

دینی مدارس میں اصول فقہ اور قواعد فقہ کی تعلیم

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کسی بھی قانون میں اصول قانون کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ قانونی جزئیات و تفصیلات وقت اور حالات کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں، لیکن اصول کو ثبات و استمرار اور بقاء و دوام حاصل ہوتا ہے، اللہ جزائے خیر دے ہمارے سلف صالحین کو، کہ انہوں نے فقہ اسلامی کے اصول کو مرتب و منظم کرنے میں اتنی دیدہ وری و ذرف نگاہی سے کام لیا کہ تاریخ قانون میں شاید ہی اس کی مثال مل سکے، یہاں تک کہ مستشرقین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ اصول فقہ اور بین الملکی قوانین (جن کو فقہ اسلامی میں ”قانون سیر“ کہا جاتا ہے) کی ترتیب و تدوین میں فقہاء اسلام کو اہلیت کا شرف حاصل ہے۔

علوم اسلامی میں ”اصول فقہ“ کی تدریس کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، کیوں کہ اس فن کا تعلق صرف فقہ ہی سے نہیں، بلکہ کتاب اللہ سے بھی ہے، حدیث سے بھی ہے، اور ایک گونہ عقیدہ و کلام سے بھی اسی لیے دینی مدارس و جامعات میں اس موضوع کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے، اور اصول فقہ کی متعدد کتابیں داخل درس کی گئی ہیں، تاہم مدارس اسلامیہ میں اصول فقہ کی تدریس کے مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لیے بہ طور تمہید کے دو نکات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے، اول ان مضامین کی جو اس فن میں زیر بحث آتے ہیں، دوسرے ان مناجح کی جو مصنفین نے اس فن کی ترتیب و توضیح میں اختیار کیا ہے۔

اصول فقہ کے مباحث: اصول فقہ میں جو مباحث آتے ہیں ان کو بنیادی طور پر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) ”حاکم“ یعنی حکم دینا اور حلال و حرام کرنا کس کا حق ہے؟ یہ بات تو ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی میں حکم کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات ہے: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (یسف: ۶۷) ﴿إِلَّا إِلَهُ الْحُكْم﴾ (انعام: ۶۲) ﴿إِلَّا إِلَهُ الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ﴾ (اعراف: ۵۴)، لیکن ایک بحث فقہاء اور متکلمین کے یہاں یہ آتی ہے کہ کسی شی کا حکم متعین کرنے میں عقل کا کیا مقام ہے؟ اور اس سلسلے میں اشاعرہ، ماتریدہ اور معتزلہ کے درمیان جو مشہور اختلاف ہے، آپ حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے یہ بحث بیک وقت فقہ اور علم کلام دونوں سے مربوط ہے، اور اسی لیے اس میں فقہ کے مختلف مکاتب فقہ کے بجائے، علم کلام کے مختلف مکاتب کے درمیان اختلاف زیادہ اہم کرنا چاہیے۔

(۲) دوسری بحث ”حکم شرعی“ کی آتی ہے چاہے حکم تکلفی ہو یا حکم وضعی، حکم کا بنیادی مقصد بندوں سے صادر ہونے والے افعال کے وصف شرعی، حلال و حرام، مباح و مکروہ وغیرہ کو ظاہر کرنا ہے اور ہر مسلمان اپنی عملی زندگی میں اس کی واقفیت حاصل کرنے کا زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے۔

(۳) ”أدلة الأحکام“ یہ اصول فقہ کی سب سے اہم بحث ہے جسے ”ادلہ شرعیہ“ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس میں چار ادلہ، کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور قیاس متفق علیہ ہیں، آٹھ کے بارے میں معتبر ہونے یا نہ ہونے میں فی الجملہ اختلاف پایا جاتا ہے وہ یہ ہیں: ”قول صحابی شرائع، اقبل، استحسان، مصالح، مرسلہ، سد ذرائع، اصحاب، عرف و عادات، تعامل اہل مدینہ“ چون کہ یہی مصادر تمام احکام شرعیہ کے لیے ماخذ ہیں اس لیے اصول فقہ میں اس باب کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔

(۴) ”مقاصد و مدارج احکام“ مقاصد سے مراد احکام شرعیہ کے عمومی مقاصد، حفظ دین، حفظ نفس، حفظ نسل، حفظ مال اور حفظ عقل ہیں اور مدارج سے مراد اہمیت کے اعتبار سے احکام کے مدارج یعنی ضرورت و حاجت اور تحسین ہے جسے بعض اہل علم نے تین کے بجائے پانچ اور بعض نے ہر درجہ کے ساتھ ایک منگٹل کا اضافہ کر کے چھ درجات مقرر کیے ہیں، اصول فقہ کا یہ حصہ نہایت اہم ہے اور مجتہد کے لیے اجتہاد و استنباط کے حدود اور بوجہ کو متعین کرتا ہے لیکن کم ہی مصنفین نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔

(۵) ”دلالت الکلام“ دین کا اصل ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یہ امانت عربی زبان میں محفوظ ہے اس لیے جو شخص احکام شرعیہ کا استنباط کرنا چاہتا ہو اس کے لیے عربی زبان اور اس کے اسالیب تعبیر سے واقف ہونا ضروری ہے مثلاً یہ کہ امر کی دلالت وجوب پر ہوتی ہے یا استحباب و اباحت پر؟ نہی کا صیغہ کب تحریم کیلئے آتا ہے اور کب بطور ارشاد کے وارد ہوتا ہے؟ عام اور مطلق کی دلالت اپنے افراد پر قطعی ہوتی ہے یا وہ بیان کا محتاج ہوتا ہے؟ ”و“ صرف جمع کیلئے ہے یا جمع و ترتیب دونوں کے لیے ہے؟ ”ب“ ف“ ثم“ الی“ حتی“ اور من“ یہ کلمات کب کن معنوں میں استعمال ہوتے ہیں؟ وغیرہ ان تمام مباحث کا تعلق اصل میں عربی زبان کے قواعد سے ہے لیکن چون کہ کتاب و سنت کی زبان بھی عربی ہی ہے اس لیے یہ موضوعات اصول فقہ کا بھی اہم حصہ ہیں بلکہ علامہ بزدوی اور سرخسی وغیرہ کی ترتیب میں کتاب کا ابتدائی بڑا حصہ اسی بحث پر مشتمل ہے۔

منج تا لایف :

اصول فقہ کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ طریقہ تالیف اور ترتیب کے لحاظ سے تین طرح کی ہیں: ایک ”طریق الشافعیہ“ جس کو ”طریق متکلمین“ بھی کہتے ہیں دوسرے ”طریق الحنفیہ“ جس کو ”طریق الفقہاء“ بھی کہتے ہیں اور تیسرے ”جامع بین الطریقین“۔

مشکملین مالکیہ اور شوافع کے یہاں اصولی مسائل کی توضیح کا اسلوب یہ ہے کہ وہ نفس قواعد کو ذکر کرتے ہیں اس کی حدود و قیود بیان کرتے ہیں اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں فروع و جزئیات پر اس کی تطبیق کا التزام نہیں کرتے امام غزالی (م: ۵۰۵) کی "المستصفی" علامہ آدمی (م: ۷۳۱) کی "الإحکام" اور قاضی بیضاوی (م: ۷۸۵) کی "المنهاج" اس سلسلہ کی اہم کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

فقہاء حنفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے ائمہ کے مجتہدات کو سامنے رکھ کر اصول و قواعد وضع کرتے ہیں اور ان قواعد کو ذکر کرتے ہوئے ان کی تفریعات کو نقل کرتے ہیں اور اصول و فروع کے ارتباط پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اس لیے شوافع کے یہاں اصول اور ان کے دلائل پر زیادہ زور ہوتا ہے اور احناف کے یہاں اصول اور فروع سے ان کے ارتباط پر اس طریقہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں قاضی ابو زید دیوبند (م: ۷۳۰) کی "تقویم الأدلہ" فخر الاسلام بزدوی (م: ۷۳۳) کی "أصول" شمس لائمہ ابو بکر حسنی (م: ۷۹۰) کی "أصول" اور بعد کے علماء میں علامہ حافظ الدین نطنزی (م: ۸۱۰) کی "کتاب المنار" بنیادی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

بعد میں کچھ اہل علم نے ان دونوں طریق کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور اس حیثیت سے علامہ مظفر الدین بغدادی حنفی المعروف بابن ساعی (م: ۷۹۳) کی "بدیع النظام" جو آدمی کی "الإحکام" اور فخر الاسلام بزدوی کی "أصول" کو جامع ہے صدری الشریعہ کی "التوضیح" علامہ ابن ہمام کی "التحریر" اور علامہ تاج الدین سبکی کی "جمع الجوامع" اور ان کتابوں کی شروع اہم سمجھی جاتی ہیں اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ملاحت اللہ بن عبد الشکور (م: ۱۱۱۹) کی "مسلم الثبوت" ہے۔

دینی مدارس میں داخل نصاب اصول فقہ کی کتابوں پر ایک نظر

اس تمہید کی روشنی میں دینی مدارس و جامعات میں داخل در اصول فقہ کے مضمون پر دو جہتوں سے غور کرنے کی ضرورت ہے اول ان کتابوں پر جو داخل نصاب ہیں دوسرے اس کے مضمون کے طریقہ پر۔ جہاں تک کتابوں کی بات ہے تو عام طور پر تین کتابیں اصول فقہ میں پڑھائی جاتی ہیں: "أصول الشاشی" نور لائمہ اور حسانی۔

أصول الشاشی

اصحاب تحقیق کی رائے ہے کہ اسحاق بن ابراہیم شاشی سمرقندی (متوفی ۷۲۵) کی تالیف ہے یہ کتاب بڑی تقطیع سے ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب میں بڑا حصہ دلالت کلام سے متعلق مباحث پر مشتمل ہے جو ابتدائی کتاب سے صفحہ ۶۷ تک پر محیط ہے حاکم اور مقاصد احکام کے مباحث سے اس کتاب میں تعرض نہیں کیا گیا ہے اولہ شرعیہ میں کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی بحثیں ہیں اس طرح یہ کتاب اصول فقہ کے تمام مباحث کو جامع نہیں ہے اور طلبہ کو مضمون سے مانوس کرنے کے لیے پڑھائی جاتی ہے ایک دشواری یہ بھی ہے کہ اس کتاب کی ابتدائی بحثیں طلبہ کے لیے نسبتاً دشوار ہوتی ہیں۔

یہ ایک ہندوستانی عالم ملا جیون کی تالیف ہے علامہ نسفی کی ”منار“ پر مبسوط و مفصل شرح ہے اور موجودہ بعض مطبوعہ بڑی قطع سے ۳۱۸ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب میں بھی حاکم اور احکام شریعت کے مقاصد و مدارج کا ذکر نہیں ہے البتہ قیاس اور استحسان کے مباحث بالتحقیق مذکور ہیں لیکن کتاب کا ابتدائی نصف حصہ (اور زیادہ تر اسی کا درس ہوتا ہے) ”دلالت کلام“ کی بحثوں اور اس پر تفریعات سے متعلق ہیں مختلف فیہ ادلہ شرعیہ ”قول صحابی“ شرائع ماقبل اصحاب عرف تعامل اہل مدینہ، سد رائج وغیرہ“ پر بحث نہیں کی گئی اس کے ساتھ ساتھ شارح نے متن کی عبارات کو حل کرنے اور اس سلسلے میں لفظی مویشافہوں، نیز دخل اور دفع دخل میں اتنی زیادہ کاوش کی ہے جو مصنف کے گہرے علم کی دلیل تو ضروری ہے لیکن طالب علم کی توجہ کو اصل فن سے ہٹا دیتی ہے۔

حسامی

”حسامی“ شیخ محمد بن محمد بن عمر انصاری کی تالیف ہے یہ اصول فقہ کا عظیم الشان متن تین ہے اور ترتیب وہی ہے جو بزدوی اور حسنی وغیرہ کی ہے اور مباحث بھی قریب قریب وہی ہیں جو ”منار“ اور ”نور الانوار“ کے سلسلہ میں مذکور ہوئے ہیں البتہ اس میں قیاس و استحسان پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض وہ اصول جس کے دوسرے فقہاء قائل ہیں احتاف قائل نہیں اور ان کا تعلق دلالت کلام سے ہے کو وجہ فاسدہ کے عنوان سے بالتحقیق ذکر کیا گیا ہے چوں کہ اصول فقہ میں فقہ کی بعض بحثیں فن مناظرہ سے متعلق ہیں اس لیے ”نور الانوار“ اور ”حسامی“ دونوں ہی کتابوں میں ان مباحث کا بھی قابل لحاظ حصہ ہے لیکن اس کتاب (حسامی) میں ”ایجاز و اختصار“ اس درجہ ہے کہ اس کو فقہ اور اصول فقہ پر لکھی گئی مطلق ترین کتابوں میں شمار کرتا ہے جانہ ہوگا؟ اس لیے ایک تو اکثر مدارس میں یہ کتاب مکمل نہیں ہو پاتی دوسرے وقت تعبیر کی وجہ سے اساتذہ و طلبہ کی محنت کا بڑا حصہ فن کی گہرائیوں میں غواہی کے بجائے حل عبارت میں صرف ہو جاتا ہے اگر حسامی کو نصاب میں وہاں سے رکھا جائے جہاں سے کتاب اللہ کی بحث ختم ہوتی ہے اور پھر ختم کتاب تک پڑھا دیا جائے تو بہت مناسب ہوگا تاکہ قیاس، استحسان، عوارض اہلیت وغیرہ کی بحثیں تفصیل سے آجائیں پھر موقع ہو تو ابتداء سے پڑھایا جائے۔

بعض مدارس میں تفصیل کے بعد اصول بزدوی پڑھائی جاتی ہے اور بعض میں ”التوضیح والتلویح“ یہ فن کی اہم کتابوں میں ہیں لیکن بحیثیت مجموعی قابل توجہ امر یہ ہے کہ ان کتابوں میں صرف فقہاء احتاف کے اصول کو پیش نظر رکھا گیا ہے جیسے ہم ہدایہ پڑھتے ہوئے مختلف دبستان فقہ کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں اسی طرح ان کتابوں کے ذریعہ ہم مختلف مکاتب کے اصول سے آگاہ نہیں ہو پاتے اسی طرح وہ ادلہ شرعیہ جن کے دوسرے فقہاء قائل ہیں لیکن احتاف ان کے قائل نہیں یا قائل ہیں تو بعض شروط و قیود کے ساتھ ان پر نگاہ نہیں ہو پاتی خاص کر وہ مصادر جن سے جدید مسائل کا حل متعلق ہے جیسے مصالح مرسلہ عرف و عادت فتح ذریعہ اور سد ذریعہ اسی طرح اجتہاد اور

تقلید و تلفیق کے اصول، مجتہد کے اوصاف، اجتہاد کے مختلف مراحل، تحقیق منطوق، تنقیح منطوق اور تخریج منطوق وغیرہ جیسے اہم موضوعات ان کتابوں میں زیر بحث نہیں آئے، یہاں تک کہ بہت سے طلبہ وہ ہیں، جن کے کان ان عنوانات تک سے آشنا نہیں ہوتے، اسی طرح شریعت کے عمومی مقاصد اور احکام شرعیہ کے مدارج سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ نئے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں رائے قائم کرتے ہوئے ان کو ملحوظ رکھا جائے، ان کتابوں سے ان مضامین کی تکمیل نہیں ہوتی۔

اس پس منظر میں نصابی نقطہ نظر سے دو باتوں کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے، اول یہ کہ اصول الشاشی سے پہلے فن کی اصطلاحات و مبادی پر مشتمل ایک مختصر کتاب جو ایک سہ ماہی میں مکمل ہو جائے، پڑھادی جائے، جس میں اصطلاحات کی تعریف، مثال، اور ضروری قواعد آجائیں، خواہ یہ کتاب عربی میں ہو یا طلبہ کی مادری زبان میں، اسی نقطہ نظر سے راقم الحروف نے ”آسان اصول فقہ“ کے نام سے ایک مختصر رسالہ (تقریباً ۸۰ صفحات پر) مرتب کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے اور اسی قبیل کا ایک کام محبت گرامی مولانا عبید اللہ اسعدی کی ”تسہیل اصول الفقہ“ بھی ہے، یہ یا اس طرح کی کوئی کتاب شروع میں پڑھادینا طلبہ کے ذہن کو مانوس کرانے اور انہیں اصول فقہ کے مضامین سے قریب کرنے میں بہت ہی معاون ثابت ہوگا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ منتہی جماعت کے نصاب میں کوئی ایسی کتاب بھی شامل کی جائے جو طریق الحنفیہ اور طریق الشافعیہ دونوں کو جامع ہو، اور مضمون کے اعتبار سے واضح ہو تاکہ تمام متفق علیہ اور مختلف فیہ سادہ اصول فقہ کی تمام احکامات اور اہل سنت کے تمام مکاتب فقہ کے نقطہ نظر سے آگہی حاصل ہو سکے،..... اور وہ کتاب درج ذیل خصوصیات کی حامل ہو :

اول: اس کی ترتیب ویسی ہو جو علامہ ابن ہمام وغیرہ کی ہے، یعنی حنفیہ اور شوافع کے طریق بیان اور ترتیب احکام کو جامع ہو۔

دوسرے: اصول فقہ کے سلسلے میں مختلف دبستان فقہ کے نقطہ نظر کو انصاف کے ساتھ پیش کیا جائے۔
تیسرے: متفق علیہ اولہ شرعیہ کے علاوہ مختلف فیہ اولہ کو بھی ذکر کیا جائے اور اس بات کی وضاحت کی جائے کہ ان اولہ کے سلسلے میں کن نکات پر فقہاء کا اتفاق ہے اور کن نکات پر اختلاف؟

چوتھے: اصول کے ضمن میں احکام شریعت کے مقاصد اور احکام کے مدارج پر بھی روشنی ڈالی جائے؟
پانچویں: جو اصول ذکر کیے جائیں ان کی چند روایتی مثالوں ہی کے ذکر کرنے پر اکتفاء نہیں کیا جائے، بلکہ نئی مثالیں بھی درج کی جائیں، محمد اللہ ماضی قریب میں مختلف عرب علماء نے ان امور کی رعایت کرتے ہوئے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، لیکن میرے خیال میں ان کتب میں نصابی اعتبار سے شیخ ابو زہرہ اور شیخ خلاف کی کتابیں مفید ہیں، اور خوشی کی بات ہے کہ بعض اداروں نے اس کتاب کو داخل نصاب کرنے میں پہل بھی کی ہے۔

اس کے علاوہ تکمیل اور افتاء کے درجہ کے لیے علامہ کو کمالی اور استاد القواعد کی بھی بڑی عمدہ چیز ہے، اُصول کا مکمل احاطہ، اُصولی مسائل میں فقہاء کے اختلاف کی بکمال و تمام وضاحت، سادہ اور سہل عبارت، طول نویسی سے گریز، لیکن انفاق سے پاک واقعہ ہے کہ یہ کتاب ماضی قریب میں اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں ایک خاص درجہ امتیاز کی مالک ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ مصنف ظاہری نقطہ نظر کے حامل ہیں، اور کتاب پر اس کا اثر موجود ہے۔

قواعد فقہ

اُصول فقہ سے قریب تر ایک موضوع ”قواعد فقہ“ کا ہے، اور بعض جہتوں سے قواعد کی اہمیت اُصول سے بھی زیادہ ہے؛ کیوں کہ قواعد فقہ شریعت اسلامی کے مزاج و مذاق اور مقاصد و مصالح کو واضح کرتے ہیں، دینی مدارس کے مروجہ نصاب میں فضیلت تک کوئی کتاب نہیں پڑھائی جاتی، بلکہ جو طلبہ فضیلت کے بعد تدریس یافتہ کرتے ہیں ان کو علامہ ابن نجیم مصریؒ کی ”الاشباہ و النظائر“ پڑھائی جاتی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ یہی کتاب یا اس کی متبادل کوئی اور کتاب جیسے مولانا عظیم الاحسان مجددیؒ کی ”قواعد الفقہ“ یا شیخ مصطفیٰ زرقاؒ کی ”شرح القواعد الفقہیہ“ طلبہ کو سبقاً سبقاً پڑھائی جائے اور مجلہ ”الأحكام العدلیة“ کے شروع میں جو ۹۹ قواعد آئے ہیں، وہ طلبہ سے زبانی یاد کرائے جائیں، پھر تدریس افتاء کے شعبہ میں اس موضوع پر کوئی کتاب پڑھاتے ہوئے یا اس کے بغیر ان سے تخریج کا کام لیا جائے کہ وہ کتب فقہ سے ایسی جزئیات کا انتخاب کریں جن پر یہ فقہی قواعد منطبق ہوتے ہوں، اس سے طلبہ کے اندر اپنے عہد کے حالات پر شریعت کے مقاصد و مصالح کی تطبیق اور شریعت کے عمومی قواعد اور اُصول کو سامنے رکھ کر مسائل پر غور کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

طریقہ تعلیم

دوسرا اہم پہلو طریقہ تعلیم کا ہے، اُصول و قواعد کی تعلیم میں مفید طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تطبیقی تعلیم ہو، اور عملی طور پر اس کی مشق کرائی جائے؛ لیکن صورت حال یہ ہے کہ عام و خاص، ظاہر و مشکل، مطلق و مقید، حروف معانی وغیرہ کی مثالیں جو ایک کتاب میں مذکور ہیں، قریب قریب وہی مثالیں دوسری کتابوں میں بھی آتی ہیں، اس کی وجہ سے طلبہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ اُصول زیادہ تر نظری ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ اُصول فقہ کو تطبیقی انداز پر پڑھایا جائے، اور تطبیق کے لئے صرف اختلافی مسائل ہی کا انتخاب نہ کیا جائے؛ بلکہ قرآن مجید کی مختلف آیات اور احادیث انہیں دی جائیں اور ان سے خواہش کی جائے کہ وہ ان آیات پر ان قواعد کو منطبق کریں تاکہ جیسے نحوی و صرفی قواعد کو منطبق کرنے کی صلاحیت حاصل کرتے ہیں، یہی صلاحیت ان کے اندر اُصول فقہ اور قواعد فقہ کی تطبیق کے سلسلے میں بھی پیدا ہو۔ و بالله التوفیق وهو المستعان۔

